جلد02شمارہ16،2023

Article

Reflection of Culture of Southern Punjab in Short Stories of Bushra Rehman

بشریٰ رحمٰن کے افسانوں میں جنوبی پنجاب کی تہذیب و ثقافت کی عکاسی

Rubina Ameen *[1], **Dr. Sadaf Naqvi**[2]
[1] M Phil Scholar, GCWUF
[2] Chairperson Urdu Department, GCWU
*Correspondence: sadafnaqvi@gcwuf.edu.pk

روبینہ امین[1]،ڈاکٹر صدف نقوی[2]

[1] ایم فل سکالر، گورنمنٹ کالج ویمن یونی ورسٹی، فیصل آباد، [2] صدر شعبہ اردو، گورنمنٹ کالج ویمن یونی ورسٹی، فیصل آباد

Abstract: Bushra Rehman explores the rich culture of South Punjab in six fiction collections, delving into various aspects like rituals, beliefs, relationships, food, attire, and more. This unique culture stands out from other provinces due to its distinctiveness, evident in the villages' vibrancy. Bushra Rehman's fiction mirrors this captivating civilization, showcasing the essence of South Punjab's beauty and individuality.This beautiful culture of Pakistan is the uniqueness of Bushra Rehman's fiction and is also a reflection of the civilization and culture of South Punjab.

Keywords: South Punjab, Cultural, Civilization, Fiction, Captivating

eISSN: 2073-3674
pISSN: 1991-7813
Received:05-09-2023
Accepted:29-11-2023
Online:20-12-2023

Copyright: © 2023 by the authors. This is an open-access article distributed under the terms and conditions of the Creative Common Attribution (CC BY) license

انسانی زندگی کی ابتداء کے ساتھ ہی تہذیب کا بھی آغاز ہوا۔ وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ ارتقائی مراحل طے ہوئے گئے اور قومیں مہذب بنتی گئی۔ انسان اور تہذیب ایک دوسرے کے لیے لازم و ملزوم ہیں۔ اس کے بغیر انسان انسان کہلانے کے لائق نہیں تھا۔ یہی تہذیب اسے جانوروں سے ممتاز کرتی ہے۔ جب ایک گروہ انسانی کسی جگہ بُنتا ہے تو میں ان کی ضرورتیں، حاجتیں، غذائیں، لباس، معلومات خیالات یکساں ہو جاتے ہیں۔ اور یہی چیزیں اس میں اچھائی کو ابھارتی ہیں اور برائی کو ختم کرنا چاہتی ہیں۔ یہ مجموعی رچاؤ تہذیب ہے۔ یعنی تہذب میں رسم و رواج، رہن سہن، فکر، عقائد، اخلاقیات، فنون، قانون یہاں تک کہ رویے اور عادات بھی اس میں شامل ہیں۔ اس کے معنی وسیع ہیں، جس طرح ادب ہماری پہچان ہے۔ اسی طرح تہذیب ہماری زندگی کی ابتدائی صورت ہے۔

تہذیب ایک ایسا سانچہ ہے۔ جو عوامی، جغرافیائی، اخلاقی اور مذہبی ضروریات اور تقاضوں کے ترتیب پاتا ہے۔ اور افراد معاشرہ کی مادی، جذباتی تمام خواہشات اور تقاضوں کی تکمیل کرتا ہے۔ اقدار روایات کو نظرانداز کر کے تہذیبی شناخت کا سفر ناممکن ہے۔ تہذیب اقدار و روایات سے ہی ترتیب پاتی ہے۔ جیسے جیسے انسان ترقی کرتا گیا معاشرہ تہذیب و تمدن کا گہوارہ بنتا گیا۔ سبط حسن لکھتے ہیں:

"کسی معاشرے کی با مقصد تخلیقات سماجی اقدار کے نظام کو تہذیب کہتے ہیں۔ تہذیب معاشرے کی طرز زندگی اور طرز فکر و احساس کا جوہر ہوتی ہے۔"[1]

تہذیب کے مفہوم کے لیے عام طور پر چار الفاظ ملتے ہیں۔ (1) تمدن (2) ثقافت (3) کلچر (4) تہذیب

تہذیب کسی قوم کے اجتماعی فکر و عمل، رویوں، رجحانات کا نام ہے۔ اسی سے ذہنی تکنیکی، معاشرتی ترقی ہوتی ہے۔ نہ تہذیب وحشیانہ پن ہے اور نہ غیر محفوظ طرز عمل۔ اس میں مادی، ثقافتی، روحانی، لسانی وسائل کا استعمال بھی پایا جاتا ہے۔ اور فرد معاشرے سے ہم آہنگ ہوتا ہے۔

تہذیب ظاہر اور ثقافت داخل ہے۔ تہذیب، تمدن، کلچر اور ثقافت میں یکسانیت ہے، وہاں فرق موجود ہے۔ بے شک یہ فرق معمولی ہے لیکن ایک مقام پر تہذیب ان سب الفاظ کا مجموعہ بن جاتی ہے۔ ملک حسن اختر لکھتے ہیں:

> ''ہم تہذیب کو مختصر الفاظ میں بیان. کرنا چاہیں تو اسے طرز زندگی کا نام سکتے ہیں۔ طرز زندگی میں لوگوں کا رہن سہن، سوچ، علوم و فنون، معیشت اور سیاست کے اصول، شاعری اور موسیقی، روایات، مذہبی عقائد، زبان اور رسوم شامل ہیں۔''(2)

یعنی ثقافت عام رسم ورواج، روایات، علوم وفنون، تمدن، عمارات، شہر، بستیاں، کلچر، روحانیت تہذیب ان سب کا مجموعہ جو ان تینوں سے مل کر بنتی ہے۔ وہ ان سب چیزوں پر برتری رکھتی ہے۔ ثقافت علاقائی بھی ہوتی ہے اور قومی بھی۔ ہماری ثقافت اسلامی تہذیب ہے۔ ہمارے معاشرے میں مساجد کی تعمیر، مدرسوں کا قائم ہونا، لوگوں کے انداز میں شائستگی، الحمد اللہ، ان شاء اللہ، سبحان اللہ، شکر الحمد اللہ، فی امان اللہ جیسے الفاظ کا بولے جانا اسلامی ثقافت کو ظاہر کرتا ہے۔

تہذیب کے عناصرِ ترکیبی میں طبعی حالات، ضروریات زندگی، نظام فکر و احساس، سماجی اقدار اور بیرونی اثرات شامل ہیں۔ ثقافت اور تہذیب کی معاشرتی زندگی میں بہت زیادہ اہمیت ہے۔ تہذیب کی ترقی ہی انسان کو نئی منزلوں تک لے آتی ہے۔ صوبہ پنجاب قومی، علاقائی، اسلامی تہذیبوں ثقافت کا رنگارنگ مرکز ہے۔ یہاں کئی تہذیبوں نے جنم لیا۔ پروان چڑھی اور زمانے کی گردش سے تہس نہس ہو گئیں۔ لیکن اُن ثقافتوں اور تہذیبوں کے اثرات آج تک پنجاب کی مٹی میں موجود ہیں۔ ہڑپا اور روپڑ کی کھنڈرات چار ہزار سال پرانی تہذیب کی گواہی کے لیے موجود ہیں کہ اُس دور میں بھی پنجاب میں ایسی تہذیب ایسا تمدن تھا کہ عمارات اینٹوں کی بنی ہوئی تھیں۔ کسی بھی علاقے میں صوبے میں ملک میں عوام اپنی زندگی میں رسم ورواج کو اختیار کرتے ہیں۔ ان رسوم ورواج کی بے حد اہمیت ہوتی ہے۔ یہ رسوم و رواج کسی بھی قوم کی تہذیب و ثقافت کو ظاہر کرتے ہیں۔ معاشرت، مذہب، اخلاق پر گہرا اثر ڈالتی ہے۔ ہر ترقی یافتہ قوم کے پیچھے اس کی تہذیب و ثقافت نمایاں نظر آتی ہے۔ جس معاشرے میں تہذیب و ثقافت زوال پزیر ہو وہ معاشرہ بھی زوال پزیر ہو جاتا ہے۔ زندہ قومیں اپنی تہذیب و ثقافت سے پہچانی جاتی ہیں۔ جوں جوں قوم ترقی کرتی ہے تعلیم حاصل کرتی ہے، مہذب ہوتی ہے۔ تو یہ اُس کی تہذیب و ثقافت پر بھی اثر انداز ہوتی ہیں۔ پنجاب کی ثقافت میں خوشی کی رسمیں، غمی کی رسمیں، توہمات، اعتقادات، رشتے ناطے، خوراک، لباس، زیورات، مشروبات مذہبی رسومات، لوک ناچ، کہانیاں، گیت، میلے، تہوار سب پنجاب کی ثقافت ہیں۔ اسی رنگارنگی سے پنجاب کی خوبصورتی قائم ہے۔

بشریٰ رحمٰن کا پہلا افسانوی مجموعہ ''پشیمان'' 1985ء میں وطن دوست لمیٹڈ سے شائع ہوا تھا۔ اس سے پہلے بشریٰ رحمٰن ادبی رسائل و جرائد میں اپنے افسانے چھپوا رہی تھیں اور افسانہ نگار کی حیثیت سے شہرت بھی حاصل کر چکی تھی۔ اور ادب میں اپنا

مقام بھی بنالیا تھا۔ یہ مجموعہ آٹھ افسانوں پر مشتمل ہے۔ افسانوں کے ناموں میں ردیف کا خاص اہتمام کیا گیا ہے۔ جو کافی دل چسپی کا باعث ہے اور عنوان سے قاری کو کہانی اور مصنفہ کی فکر کا انداز سمجھنے میں آسانی ہوتی ہے ۔ بشریٰ رحمٰن اپنے افسانوی مجموعہ ''پشیمان'' میں موجود عنوانات کے بارے میں کہتی ہیں:

''میں نے جہاں اور بہت سے تجربے کیے وہاں میں نے اس میں عنوانات بھی ایک ردیف میں دیئے تھے۔''(3)

پہلا افسانوں کا مجموعہ ''پشیمان'' جو وطن دوست لمیٹڈ لاہور سے چھپا۔ یہ آٹھ افسانوں پر مشتمل تھا۔ جن کے نام درج ذیل ہیں:

(1)پشیمان	(2)نادان	(3)بدگمان
(4)دکان	(5)ارمان	(6)پہچان
(7)امتحان	(8)گیان	

بشریٰ رحمٰن کے افسانے ''پشیمان'' میں تہذیب اور ثقافت کو بیان کیا گیا ہے۔ اس میں رسم و رواج کو بیان کیا گیا ہے۔ اقتباس ملاحظہ ہو۔

''امیر خاندانوں میں منگنی یا نکاح کا ٹوٹ جانا معیوب نہیں گنا جاتا۔ اونچے خاندانوں کے مفاد آپس میں نہ ملتے ہوں تو وہ لوگ ہر وقت راستہ کاٹ جاتے ہیں اور امیر لڑکی کا رشتہ ٹوٹتے ہی دوسرے لوگ یوں ٹوٹ پڑتے ہیں۔ جیسے کتا منہ سے ہڈی کے گر پڑنے کا منتظر ہو۔
اوپر کے گھر میں انقلاب آنے لگے تھے کہ منگنی ٹوٹنے کے ٹھیک ایک مہینے بعد سعد بھیا نے ایک شوشہ چھوڑا۔ یعنی کہیں سے میجر عادل کو پکڑ لائے۔ اور اعلان کیا کہ چند دنوں کے اندر اندر سعدیہ کا اس سے بیاہ ہو رہا ہے۔ سعدیہ کا نکاح ہو گیا۔ اور بڑے اہتمام سے رخصتی انجام پائی۔ روتی ہوئی سعدیہ بڑی سہمی ہوئی تھی۔ مگر بڑے صبر کے ساتھ جا کر موٹر میں بیٹھ گئی۔ اس نے احتجاج نہیں کیا جیسے اس ناسور کا علاج نشتر ہی تھا۔ اور نشتر چبھنے پر چیخنا یا چلانا اُف کرنا فضول ہوتا ہے۔ بس وہ بڑی مضمحل تھی اور اس کے چہرے پر وہ بشاشت اور تازگی بھی نہ تھی۔ جو عام طور پر دلہن کے چہرے پر ہوتی ہے۔''(4)

اس افسانے میں بشریٰ رحمٰن نے جنوبی پنجاب کی رسم منگنی اور اور نکاح کو واضح کیا ہے کہ کس طرح لوگ یہ رسم ورواج سرانجام دیتے ہیں۔ افسانہ بدگمان میں بشریٰ رحمٰن جنوبی پنجاب کے لوگوں کے رہن سہن، گھریلو ذمہ داریاں اور بول چال کو بہت ہی خوبصورتی سے ایک کہانی کی صورت میں بیان کرتی ہیں:

> ''ایسی فضول چائے میں نے آج تک نہیں پی۔ کچے پانی میں پتی ملا کر دینا۔ کچھ آپ کے خاندان کا ہی دستور ہو گا۔ اب آپ بھول جایئے کہ آپ ایک چیف انجنیر صاحب کی اکلوتی صاحبزادی ہیں اور جہیز میں بہت کچھ لے کر آئی ہیں یہاں تو گھر کا سارا کام کرنا پڑے گا۔ میں ان مردوں میں سے نہیں ہوں جو خالی ڈگریوں سے بہل جاتے ہیں۔
>
> وہ جھپاک سے غسل خانے میں گھس گئی۔ آنکھوں میں موجزن آنسو وہ اسے دکھانا نہ چاہتی تھی اور اس صدمے کو چھپانا بھی چاہتی تھی۔ اس نے تو کبھی نہ سنا تھا کہ نئی نویلی دلہنوں کے ساتھ ایسا برتاؤ کرتے ہیں۔ اور دلہن بھی ایسی کہ اگر اس پر نگاہ پڑ جائے تو دل دھڑکنا بھول جائے۔''(5)

ایک اور جگہ بشریٰ رحمٰن جنوبی پنجاب کی عورتوں کے بارے میں لکھتی ہیں کہ وہ ماں باپ کا گھر بار چھوڑ کر اگلے گھر جاتی ہیں۔ اور ان پر ذمہ داریاں ڈال دی جاتی ہیں۔ اور ان کا رہن سہن سب کچھ بدل جاتا ہے۔ بدگمان میں فاخرہ کو شادی کے بعد اپنے خاوند کا ہر حکم ماننا پڑا۔ فاخرہ اپنے خاوند کی ہر بات کو برداشت کرتی ہے۔۔ اسی طرح فاخرہ کے ہاں شادی کے بعد تین بچے بھی پیدا ہو گئے۔ اسی طرح اس کی زندگی مصروف ہو گئی۔ ایک دن جب وہ تھک ہار کر سوچتی ہے تو اس کو کچھ اس انداز میں خود سے ہی بیان کرتی ہے:

> ''افوہ! کبھی کبھی تھک ہار کر وہ سوچا کرتی۔ یہ شادی تو محض روٹی کپڑے کے عوض ایک عمر قید ہے۔ آج بھی ہمارے ملک کی عورت کے پاس سکیورٹی نہیں ہے۔ ورنہ یہ مرد اچھی خاصی پڑھی لکھی لڑکیوں کو گھروں میں یوں پامال نہ کریں۔ سکیورٹی اگر کوئی ہے۔ ہمارے ملک میں تو صرف میکہ ہے۔ امیر گھرانوں کی لڑکیاں خوب دھونس دھاندلیاں جماتی ہیں۔ روٹھ روٹھ کر ماں کے گھر جا بیٹھتی ہیں۔ امیر باپوں نے وظیفے مقرر رکھے ہیں۔ تبھی تو داماد ہاتھ باندھے غلام نظر آتے ہیں اور دم دبائے ان کے پیچھے پیچھے پھرتے ہیں۔''(6)

فاخرہ شادی کے بعد کی زندگی کو اور لباس کو یوں بیان کرتی ہے:

"تبھی گھر کی یہ بڑی بوڑھیاں بات بات پر کہتی ہیں: "اگلے گھر جاؤ گی تو پتہ چلے گا۔" کیا پتہ چلے گا وہ اور اس کی سہیلیاں اکثر ٹھٹے لگایا کرتی تھیں۔ چاہنے کو ایک شوہر ہو گا۔ کھانے کو بہترین کھانا۔۔۔ پہننے کو اعلیٰ ترین کپڑا۔۔۔ اپنا گھر، آزادی اور سب مزے۔ مگر بڑی بوڑھیاں حقیقت میں جوان لڑکیوں کو بد دُعا دیتی ہیں۔ کیوں کہ وہ اپنی جوانی تو ڈھل چکی ہوتی ہے نا۔۔؟ واقعی۔۔۔ یہ ہوتی ہے۔ شادی کے ایک پل بھی اپنی خوشی کے لیے نہ جیو۔۔۔ پاجامہ نہ پہنو کہ تمہارے شوہر کو اچھا نہیں لگتا۔۔۔ خواہ تم اس میں اسپر الگو۔ جوڑا نہ لگاؤ کہ انہیں مصنوعی لگتا ہے۔ آئی شیڈ نہ استعمال کرو، یہ خالص ایکٹروں کا فیشن ہے۔
بازو اور پیٹ ننگا نہ کرو کہ انہیں عزت آتی ہے۔ دوسرے مرد دیکھ نہ لیں۔ "آخر آپ کو اچھا کیا لگتا ہے۔" ایک دن وہ جل کر پوچھ بیٹھی۔

"شریف عورت"

"میں لباس کے بارے میں پوچھ رہی ہوں۔"

"صحیح لباس کو ہی شریف عورت کہتے ہیں۔"(7)

اس افسانے میں بشریٰ رحمٰن نے پنجاب کی ثقافت، لباس، ان کا بولنے کا انداز اور جہیز کو بیان کیا ہے۔ بشریٰ رحمٰن نے پنجاب کے روایتی لباس کا ذکر کیا ہے۔ جو سادہ ہو ماڈرن نہ ہو۔ ایسا لباس جو پورے ستر کو ڈھانپ دے۔

بشریٰ رحمٰن کا افسانہ ارمان جس میں جسیم الدین نامی لڑکے اور آشیانہ نامی لڑکی کا ذکر ہے۔ یہ ان دونوں پر مشتمل ایک کہانی ہے۔ آشیانہ بہت چھوٹی ہوتی ہے۔ جب اس کے والد کا انتقال ہو جاتا ہے۔ وہ کم عمر ہونے کی وجہ سے گلی محلوں میں کھیلتی رہتی۔ اس کو پڑھنے کا بھی شوق نہیں تھا۔ اس کی ماں نے اس کو زبردستی میٹرک تک پڑھایا۔

جسیم الدین کا کراچی میں ایک بہت بڑا جزل سٹور تھا۔ ایک ذاتی موٹر بھی اور ایک فلیٹ کرائے پر لے کر رہتے تھے۔ ایک روز فلیٹ کی سیڑھیاں چڑھتے ہوئے انہیں ساتھ کے فلیٹ کی سیڑھیوں پر ایک گوری چٹی لڑکی نظر آئی۔ جو ابھی کھیلنے کودنے کی عمر میں تھی۔ مگر اپنے کالے دوپٹے کی وجہ سے آفت لگ رہی تھی۔

اقتباس ملاحظہ ہو:

"انہوں نے اپنی بہن کو بھیجا۔۔۔ گو جسیم الدین اس وقت پختہ عمر کے تھے۔ مگر اپنے نام کے بالکل برعکس چھوٹے سے قد کے انسان تھے۔ آشیانہ کی ماں کو ہر دم آشیانہ کی طرف سے ایک

دھڑکا لگا رہتا ہے۔ اسے یہ رشتہ مناسب نظر آیا۔ لڑکی کا باپ مر چکا تھا۔ بھائی چھوٹے تھے۔ ایک کھاتا پیتا مناسب گھر ہی ایک لڑکی کی سب سے بڑی تمنا ہوتی ہے۔ آشیانہ کی ماں نے پیغام منظور کر لیا اور جلد شادی بھی ہو گئی۔ روٹی، کپڑے اور زیور کے علاوہ شادی کا ایک اور مقصد بھی ہوتا ہے۔ اس کی سمجھ آشیانہ کو شادی کے پانچ چھ برس بعد آئی۔ ایک منی سی لڑکی کی ماں بن چکی تھی۔"(8)

اس افسانے میں بشریٰ رحمٰن نے جنوبی پنجاب کی ثقافت بچیوں کی شادی کو بیان کیا ہے۔ افسانہ پہچان میں مصنفہ نے لباس کا ذکر کیا ہے۔ جس سے جنوبی پنجاب کی ثقافت اجاگر ہوتی ہے۔

"سلیمہ کی شان دیکھی ہے تم نے۔""ہاں"

"آج اس نے ریشمی کپڑے پہن رکھے ہیں۔"

"یہی میں بھی نوٹ کر رہی ہوں۔"

"تم لوگ میری بات کر رہی ہو؟" دور بیٹھی سلیمہ نے بھانپ لیا۔ اور بلند آواز سے پوچھا ہاں بھائی تمہاری بات کر رہے ہیں۔" زبیدہ قاسم علی نے شرمانے کی بجائے مسکرا کر کہا۔ "" آج تو نے ریشمی کُرتا پاجامہ پہن رکھا ہے۔ ہم تیری تعریف کر رہے ہیں۔"

"سچ۔۔۔۔۔۔"؟

"ہاں۔۔۔۔۔"!

"یہ تو میری ممی نے اس عید پر زبردستی مجھے یہ ریشمی جوڑا بنوا کے دیا ہے۔ کہتی تھیں کیا تم ہر وقت کاٹن پہنے رہتی ہو۔"(9)

اس افسانے میں بشریٰ رحمٰن نے لباس کے ساتھ پنجاب کے رسم ورواج اور تہوار کا ذکر کیا ہے۔ افسانہ گیان میں بشریٰ رحمٰن نے پنجاب کی عورتوں کی سادگی کو بیان کیا ہے۔ کہ وہ اپنا گھر سنبھالنے کے ساتھ ساتھ عبادت بھی کرتی ہیں۔

"کسی نے بی بی ہاجرہ کو نمازیں چھوڑتے نہیں دیکھا تھا۔ جس عالم میں ہو، جہاں ہو، بی بی ہاجرہ نماز ضرور پڑھتی تھی اور راجہ جی کو عادت تھی کہ نماز پڑھنے کے دوران اسے ایک بار پکارتے ضرور تھے۔ اسی لئے تو وہ سلام پھیرتے ہی گھبرائی ہوئی آواز میں پوچھتی۔ "راجہ جی۔ آپ نے بلایا ۔۔۔؟"

"بی بی ہاجرہ" محلے کی کئی عورتیں اس کے پیچھے پڑ جاتیں "منع کر اپنے راجہ کو کم از کم تجھے نماز میں نہ بلایا کرے۔ کیا اُسے دیکھتا نہیں کہ تو کتنے بڑے دربار میں کھڑی ہے۔""نہیں" وہ انگلی ہونٹوں پر رکھ دیتی" اس کا حق اللہ نے شوہر کو دیا ہے۔"

"کیا شوہر اندھا ہوتا ہے دیکھ نہیں سکتا""نہیں نہیں" بی بی ہاجرہ کا رنگ اُڑ جاتا" شوہر جب بھی پکارے، اُسے جواب دینا چاہیے اور نماز چھوڑ کر جواب دینا چاہیے۔"(10)

اس افسانے میں مصنفہ نے جنوبی پنجاب کی عورتوں کی سادگی اور وہ کس طرح اپنے خاوند کی عزت کرنے والی۔ اور عبادت گزار عورتیں ہیں۔ افسانوی مجموعہ "چپ" جو کہ گیارہ افسانے اور تین افسانچوں پر مشتمل ہے۔ اور خزینہ علم وادب، لاہور سے چھپا۔ ان افسانوں کو نام یہ ہیں: توفیق ذات، مقام دل میں نہیں آیا، دل کا سورج، کڑیاں چڑیاں، باسی پھول، میقی ملک، محرم راز، ملبا، تپ، درمیان والی اور چپ ہیں، اور افسانچے: جان جان، سبزہ اور پتھر اور محبت کے موسم۔

افسانوں کا مجموعہ "چپ" کا پہلا افسانہ چپ کی داد اپنے اندر چاشنی لیے ہوئے ہے۔ شیطان جو بنی نوع کے آغا سے ہی اس کا دشمن ہے۔ اور پھر جب انسان اپنے نفس کو مار کر اشرف المخلوقات کے شرف پر فائز ہو جاتا ہے اور پوری کائنات کانپ کر رہ جاتی ہے۔

افسانوں کے مجموعہ "چپ" کے پہلے افسانے توفیق ذات میں بشریٰ رحمٰن جنوبی پنجاب کے رسم ورواج کو بیان کرتی ہیں۔ جو رسم ورواج آباؤاجداد کے زمانے سے چلے آرہے ہیں۔ اس افسانے میں شادی بیاہ، عدت جیسے رسم ورواج کو بیان کیا گیا ہے۔

اقتباس ملاحظہ ہو:

"جب وہ بیوہ ہوئی تو اس کی عمر تیس برس کی تھی۔ اور گود میں پانچ سال کا بیٹا تھا۔ عدت کے بعد سارا خاندان پرو پوزل لے کر آ گئے۔ فرشتے میں اس کا دیور لگتا تھا۔ پہلی ہوں کو طلاق دے چکا تھا۔ اس کی ساس چاہتی تھی۔ وہ اس کے ساتھ شادی کر لے اور اسی خاندان میں رہے۔ اس کے علاوہ بھی کئی رشتے آئے۔"(11)

اس افسانے میں مصنفہ نے بتایا ہے کہ بیوہ عورت کو زندگی گزارنے اور لوگوں کی باتوں سے بچنے کے لیے دوسری شادی کرنا پڑتی ہے۔ افسانہ "توفیق ذات" میں رسم ورواج کے علاوہ کھانے پینے اور سجاوٹ، لباس کا ذکر بھی ملتا ہے:

"علی الصبح اس نے اٹھ کر پہلے اپنے فلیٹ کو چمکایا۔ کیونکہ اتوار کو جمعدارنی بھی نہیں آتی تھی۔ جلدی سے بازار گئی سودا لائی۔۔۔۔ خاص طور پر سرخ گلابی پھول لائی۔ بیڈ روم اور ر

> ڈرائنگ روم میں پھول سجائے۔ کھانا تیار کیا۔ میز پر برتن سجائے۔ اپنا خوبصورت سوٹ نکال کر استری کیا۔ فون کی گھنٹی بجی۔ اس نے فون اُٹھایا۔ وہ بہت سرگرشی میں بولے کہ "ٹھیک ایک بجے پہنچوں گا۔" "ٹھیک ہے۔" اُس نے آہستہ سے کہا۔ نظر اُٹھا کر دیکھا، گھڑی پر بارہ بج رہے تھے۔ اسے تیار ہونے کا وقت مل گیا۔ آج وہ خاص انداز سے تیار ہونا چاہتی تھی۔ عورت اس معاملے میں زیرک ہوتی ہے۔ مرد اس معاملے میں پیادہ ہوتا ہے۔ وہ پیادے کو مات دینے والا مہرہ پہلے تیار رکھتی ہے۔۔۔۔"(12)

افسانہ "مقام دل نہیں آیا"؟ میں عام لوگوں کے رہن سہن کے طور طریقے کو بیان کیا گیا ہے۔ کہ کس طرح بڑے اور جاگیر دار لوگ انتخاب میں غریب عوام کو پاگل بناتے ہیں۔

> "انتخابات کے ایک موسم میں چودھری صاحب اچانک جھگیوں اور کچے گھروندوں کے آگے نکلنے والی پیوند لگی بوریاں اور ٹاٹ اُٹھا اُٹھا کر اندھیرے گھروں میں اس کے جھانکنے لگے۔ اور کچے گھروندوں میں روشنی کی ایک درز کے عوض وہ منتخب ہو کر اسمبلی میں آ گئے۔ چوہدری صاحب کو کاندھوں پر اُٹھا کر ان کے گھر تک لے گئے۔ اس کے بعد چودھری صاحب اس بستی کے دولہا بن گئے۔ اُنہوں نے بسیار کوشش کے بعد حکومت سے یہ بھی کچی بستی منظور کروائی۔ پھر اس میں پکی سڑکیں بنوائی۔ پانی، بجلی، سیوریج یہ سب سہولتیں مہیا کرائیں۔ بہت سے غریبوں کو چپڑاسیوں، ڈرائیوروں اور کلرکوں کی نوکریاں دلوائیں۔ دیکھتے ہی دیکھتے وہ کچے گھروندوں کے بے تاج بادشاہ اور جھگی والوں کے درد آشنا بن گئے۔ انتخابات کا دوسرا موسم آیا تو خود جھگی والوں نے انہیں کھڑا کر کے دن رات ان کی انتخابی مہم چلائی۔ انہوں نے انتخابی نشان بھی "مٹی کا دیا" مانگا۔"(13)

دوسری بار انتخابات جیتنے کے بعد چودھری صاحب وزیر بن گئے۔ ان کی گاڑی پر جھنڈا بھی لگ گیا۔ چودھری صاحب کے ذہین میں منصوبے بننے لگے۔ چودھری صاحب نے اپنے مشیر کو بلا کر گاؤں کے لوگوں سے ان کے مکان خالی کروا کر ان کو دوسری جگہ منتقل کرنے کا حکم دیا۔ اقتباس ملاحظہ ہو:

> "چنانچہ میں نے شہر سے دور ایک خطہ زمین تلاش کیا۔ اسے اونے پونے خریدا اور چودھری صاحب کے گھر کے آس پاس رہنے والے سیلکے سینکڑوں جھگی والوں کو قائل کر کے یہاں سے

منتقل کرنا شروع کر دیا۔ یہ میرے پاس وافر تھا۔ زمین میں مفت دے رہا تھا۔ اور مکان بنانے کے لیے قرضِ حسنہ بھی دے رہا تھا۔ کچھ لوگوں نے چلے جانے میں عافیت جانی۔ کچھ لوگوں نے احتجاج کیا۔ کچھ نے ہڑتال کی دھمکی دی۔ مگر ان باتوں کو جمہوریت کا لازمہ سمجھ کر دھیان دینے کے قابل نہیں گر دانا جاتا۔ جنہوں نے براہ راست چودھری صاحب تک رسائی حاصل کی پا کرنے کی کوشش کی وہ نامراد رہے کہ جب سے چودھری صاحب کی گاڑی کو جھنڈا لگا تھا، وہ زمین پر نظر نہیں آتے تھے۔''(14)

اس افسانے میں جنوبی پنجاب کے غریب لوگوں کے رہن سہن کو بیان کیا گیا ہے کہ کس طرح بااثر لوگ زور آور بن کر غریب لوگوں کے ساتھ ظلم کرتے ہیں۔

افسانہ ''کڑیاں چڑیاں''میں عورت کی خوبصورتی اس کے رسم ورواج اور جنوبی پنجاب کا بولنے کا انداز بات چیت کا ذکر ہے:

''امی دروازے میں کھڑی تھیں اور کہہ رہی تھیں:"''آپ چھا تھڑ پئے، تینوں کون چھڑائے گا۔''(15)

افسانہ ''محرم راز''میں جنوبی پنجاب کے کھیل اور بچوں کی روایتی کہانی کا ذکر ملتا ہے۔

اقتباس ملاحظہ ہو:

''جب ہم بچے تھے تو اس کے نیچے کھیلا کرتے تھے۔ ہزار بار بزرگوں سے ڈانٹ پڑی۔ ہر بار ہم باز نہ آئے۔ آج کل کے بچے عجیب ہیں۔ پیپل کے تلے آکر کھیلتے ہی نہیں۔ میں ترس گئی ہوں کہ کوئی بھولا بھٹکا بچہ اِدھر آئے۔ اور امیں اسے ڈانٹ پلا کے اِس روایتی کہانی کو آگے بڑھاؤں، بھوت پریت کی سنی سنائی باتیں ان کو بتاؤں مگر پتہ نہیں یہ کیسے بچے ہیں؟ بھوت پریت کی بات سن کر ٹھٹھہ لگاتے ہیں، اور کہتے ہیں یہ سب کتابی باتیں نہیں ہیں۔، آج کل ایسی مخلوق کہاں۔۔۔؟ ہمارا زمانہ ایسا تھا، اِدھر کسی نے جن بھوت کی کوئی من گھڑت داستان سنائی اُدھر ہم رات گئے تک آیت الکرسی پڑھ کر چاروں کونوں میں پھونکتے رہے۔ اگر کبھی رات کو ڈر کر چلائے تو دادیوں نانیوں نے تعویز پہنانا شروع کر دیئے۔ ڈاکٹر کے پاس لے جانے کی بجائے کسی مولوی صاحب کے پاس لے گئیں۔ کئی کئی دن تک دم کیا ہوا پانی پینا پڑا۔ طرح طرح کی بدپر

ہیری کرنے سے اگر پیٹ میں مروڑ اُٹھاتو اسے بوڑھے پیپل کا انتقام کہا گیا۔ اور آئندہ شام سے
پیپل تلے نہ جانے کی قسمیں دی گئیں۔ دو چار روز ڈرے سہمتے گزر گئے۔۔۔"(16)

تیسرا افسانوں کا مجموعہ "قلم کہانیاں" کے نام سے "وطن دوست لمٹیڈ" لاہور سے چھپا جو پچاس (50) افسانوں پر مشتمل ہے۔ اس میں بشریٰ رحمٰن کے کچھ ابتدائی دور کے افسانے بھی شامل ہیں۔ جو انہوں نے کم عمری میں لکھے تھے۔ ان کے نام یہ ہیں: قدیم ترین کہانی، اپنے دکھ کسے دوں۔۔۔؟، جان پدر، Yankee go home، کنگن، داغ سجدہ، اندھا، بہرہ، گونگا، انٹلیکچوئل لڑکی، ڈیپارٹمنٹل سٹور، شریف زادی، ناطے، لاگا چیزی میں داغ، عورت ذات، سرما کا چاند، Love Pakistan Style، گجرے، فن کار، موڑ مہاروے، خوشبو کا سایہ، دامن کا داغ، وہسکی اور سیکرٹری، شریف آدمی، دل محترم کوئی اور غم، غم رفتگار نہیں چاہیے، جفاجو، پربت اور پرچھائیں، تاج اور سر تاج، اے طائر لاہوتی، گناہ گار، دور اندیش، سوکھے ہوئے پھول، چھوٹی میری پربت، پرانا کھیل، جھروکے میں چاند، نقاب، کچ دا کھلونا، شہزادہ سلیم، پچھلے پہر کی چاندنی، شکریہ صنم، کلمہ شہادت!، بیر اگن، چاند کا چہرہ، شہر کی لونڈیا، پیا پریم اور پردیس، گدھ، شہ سُرخی، انا کے قیدی، اور پامال کرو، بازی عشق، بنگالی بابو اور محبت شامل ہیں۔

بشریٰ رحمٰن کا افسانوی مجموعہ "قلم کہانیاں" 1988 میں منظر عام پر آیا تھا۔ اس مجموعے کے اندر بشریٰ رحمٰن کے کچھ پرانے اور جدید افسانے بھی شامل ہیں۔ اس کے فلیپ پر وہ اپنی اِس کتاب کے بارے میں کچھ یوں اپنی رائے دیتی ہیں کہ:

"اس افسانوی مجموعہ میں چند پرانے افسانے شامل ہیں۔ جنہیں میں اپنے اولین دور کے افسانے
کہہ سکتی ہوں۔۔۔ باقی افسانے نئے ہیں۔۔۔ اور کچھ بالکل نئے ہیں۔ میں اس افسانوی مجموعہ کو
الگ الگ ادوار میں تقسیم کرنے کی کوشش نہیں کی۔"(17)

بشریٰ رحمٰن نے بڑے دل چسپ انداز میں اپنی کہانیوں کا جائزہ پیش کیا ہے۔ واقع افسانے پڑھتے ہوئے قاری مصنفہ کی فکر میں اور اس کی فکر کی گہرائیوں کو محسوس کیے بغیر نہیں رہ سکتا۔ مجموعہ "قلم کہانیاں" میں (50) افسانے ہیں۔ "قدیم ترین کہانیاں" جس کی کی فکر میں عورت ذات کی زندگی کار فرماں ہے۔

"قلم کہانیوں" کے مجموعہ میں افسانہ "اپنے دکھ کسے دوں" میں لباس اور زیبائش کی چیزوں کو بیان کیا گیا جو ثقافت کا حصہ ہیں۔ اقتباس ملاحظہ ہو:

"آپ کو کپڑے اور زیور پسند آئے"؟ ایک اور آواز آئی۔ ہاں میرے تن پر کپڑے اور زیور
بھی تو ہیں۔ کچھ کپڑے اور زیور صندوقوں میں بھی ہیں۔ پھر کیا کہوں، کیا ان باتوں کا جواب دینا
ضروری ہے:؟"(18)

اس افسانے میں جنوبی پنجاب کے رسم رواج کے ساتھ بشریٰ رحمٰن سجنے سنوارنے کی چیزوں کا ذکر بھی کرتی ہیں۔ جو ایک شدہ شادی عورت کے لیے شادی کے بعد ضروری ہیں۔

افسانہ (Yankee go home) میں جنوبی پنجاب کے لباس ساڑھی اور عورتوں کی خوبصورتی میں اضافے کے لیے استعمال ہونے والے بیوٹی بکس کا ذکر ملتا ہے۔

> ''خالہ جان اور خالو جان پچھلی سیٹ میں دب گئے۔ میں نے جب ڈگی میں سامان رکھ کر واپس پلٹا تو اس نے ادا سے سمٹ کر مجھے آگے بیٹھنے کو جگہ دی۔ اس کے قربِ قیامت خیز کو برداشت کرتے ہوئے میں نے اسٹیرنگ پر ہاتھ رکھا ہی تھا کہ ایک دل کش سی آواز نے ہمیں چونکا دیا۔ سفید ساڑھی میں ملبوس ایک خاتون غزالہ کو مخاطب کر رہی تھیں۔ ہم رُک گئے وہ خاتون قریب آئی اور بولی: '' غزالہ تم اپنا بیوٹی بکس تو میرے پاس ہی چھوڑے جارہی ہو''''او گارڈ'' غزالہ نے ایک لمبی سانس لی۔ جس سے اس کی گردن کی رگیں حرکت کرتی ہوئی دکھائی دیں۔۔۔ اور مجھے ایک لخت بچپن کی کہانیوں والی شیشے کی شہزادی یاد آگئی۔ جس کی گردن اتنی نازک تھی کہ جب وہ پانی پیتی تھی تو وہ بھی نظر آتا تھا۔ ''تھینک یو رشیدہ ڈیئر'' غزالہ نے اس سے اپنا بیوٹی بکس لے لیا تمھیں کوئی رسید کرنے نہیں آیا رشیدہ پھر اس نے اپنی خوبصورت پلکیں جھپکتے ہوئے پوچھا۔''(19)

Yankee go home افسانہ ملکی معاشرت اور روایات سے محبت کرنے کی نشانی ہے۔ ایک اور جگہ مرد کے کپڑوں اور جوتا کا ذکر ہے۔

افسانہ کنگن میں جنوبی پنجاب کے رہن سہن، گھریلو زندگی اور رسم ورواج کو یوں بیان کیا گیا ہے:

> ''ہمارا گھرانا ایک مثالی گھرانا تھا۔ مردانہ حصہ الگ بنا ہوا تھا اور اس قدر بڑی حویلی میں ہمارا پورا خاندان رہتا تھا۔ اتنی بے شمار، شوخ و چنچل لڑکیاں۔ اتنے ڈھیر سارے شریر و بے ہنگم لڑکے اور ہر عمر کے بزرگ۔ ان سب سے الگ ہر وقت روتے بچوں کی قطاریں پھر مزہ یہ تھا کہ آئے دن گھر کی گھر میں ہی شادیاں بھی ہوتیں۔ کبھی ہنس کر کبھی رو کر لڑکیاں ہاتھوں میں جہاں مہندی رچا لیتیں اور رونے والے بچوں میں اضافہ کرنے کے لیے حویلی کا کوئی گوشہ سنبھال لیتیں۔ بھلا اس حویلی میں بغاوت کرنے کی کسے ہمت تھی۔''(20)

اس افسانے میں پنجاب کی رسم مہندی، شادی کا ذکر ہے۔ اس کے علاوہ پنجاب کے لوگ کس طریقے سے رہتے تھے۔ ان کا ذکر بھی ملتا ہے۔

افسانہ ''اندھا، بہرہ، گونگا'' میں پنجاب کی رسمیں دلہن، سُرخ لباس کا ذکر ملتا ہے۔

اقتباس ملاحظہ ہو:

''اس بات کی ابتداء تو اسی روز ہو گئی تھی جس روز دونوں باراتیں ایک ساتھ کی دہلیز پر آ کر رُکی تھیں۔ دونوں دلہنوں کو لا کر بڑے ہال میں بٹھا دیا گیا تھا۔ سُرخ لباس میں ملبوس جُھکی جُھکی گردنوں والی دو دلہنیں عورتوں کے ہجوم میں بیٹھی تھیں۔ عورتیں جُھک جُھک ان کے چہرے دیکھ رہی تھیں اور سلامی کی رقم ایک معمر سی عورت کے ہاتھوں میں تھما رہی تھیں جو ایک کاغذ پر سب کے نام لکھتی جا رہی تھی۔ لیکن ہر شخص دل میں جانتا تھا کہ ان عورتوں کی آنکھیں کیا کر رہی ہیں سب ہی غالباً اس بات پر متفق تھے کہ فیاض میاں کی دُلہن ریاض میاں کی دلہن کہیں زیادہ خوبصورت ہے۔''(21)

اس افسانے میں رسم و رواج میں دلہن کا جوڑا، مہندی کی رسم اور دلہن یا دولہے کو سلامی کے پیسے دینا جیسی تہذیب اور ثقافت کو بیان کیا گیا ہے۔

''سُرما کا چاند'' افسانے میں ایک پٹھانی لڑکی کا ذکر ہے۔ جس کے کردار کو بُرا کر کے دکھایا گیا ہے۔ اور اس کے علاوہ اس افسانے میں کھانے پینے کی چیزوں کا ذکر ہے جو کسی بھی علاقے کی ثقافت کی عکاسی کرتی ہیں۔ اس افسانے میں جنوبی پنجاب میں کھانے والی اشیاء دہی بھلے، املی، نمک، مرچ والی اشیاء کا ذکر کیا گیا ہے:

''پٹھانی جو جان جان کر ایک سے ٹکراتی تھی۔ اب جمعدارنی کے منہ نہیں لگا کرتی تھی۔ وہاں سے بھاگ جاتی ہے۔۔۔ سیدھی باورچی خانے میں جا کر نمک میں مرچ کی چٹکی ملا کر چاٹنے لگی۔ آج کل تو ہر دم یوں لگتا تھا۔ جیسے منہ میں لکس صابن کی ٹکیہ رکھ لی ہو۔''(22)

افسانہ ''Love Pakistan'' میں پنجابی لڑکیوں کے لباس اور ان کے رہنے کو واضح طور پر بیان کیا گیا کہ وہ کس طرح کی زندگی بسر کرتی ہیں۔

''جب سے موڈیسٹا ہماری کلاس میں آتی تھی۔۔۔ کلاس کے رنگ ڈھنگ ہی بدل گئے تھے۔ یوں تو ہماری کلاس میں دس اور لڑکیاں بھی تھیں۔ مگر وہ ساری کی ساری سڑی بُسی تھیں اور پھر

چھوٹے چھوٹے شہروں سے آئی تھیں۔۔۔ کوئی لڑکا بات کرتا تو جھنیپ جاتیں۔ خواہ مخواہ
کلاس میں سمٹ سمٹ کر اور ٹکل مارے بیٹھتیں۔۔۔ ذرا قریب ہو کے بیٹھو تو ابھی تک ان کے
بالوں سے ''کچی گھانی'' کے تیل کی بو آتی تھی۔''(23)

اس افسانے میں جنوبی پنجاب کی لڑکیوں کی سادگی کو بیان کیا گیا کہ وہ یونیورسٹی میں پڑھنے کے باوجود سادہ زندگی بسر کرتی ہیں۔ افسانہ ''دامن کا داغ'' میں جنوبی پنجاب کی رسم جو برسوں سے چلی آرہی ہے کہ اگر خاوند کا انتقال ہو جائے تو عورت کو عدت جیسی رسم کو پورا کرنا پڑتا ہے اور اپنے بچوں کی پرورش کرنے کے لیے زمانے کی باتوں کو زمانے کی باتوں کو سننا پڑتا ہے۔ یہ کہانی ایک ''مبارکہ'' نامی عورت کی ہے جس کے شوہر کا انتقال ہو جاتا ہے اور وہ عدت پوری کرتی ہے:

''مبارکہ چھیالیس برس کی تھی جب اس کا شوہر فوت ہوا۔ ایسی کڑکتی جوانی بھی نہ تھی۔ پھر
بھی عدت کے سوا چار مہینے اس سے مشکل گزارے گئے۔ ادھر عدت کی مدت پوری ہوئی۔
اِدھر اس نے ایک پچیس سالہ نوجوان سے شادی کرلی۔ وہ نہ صرف خوبرو تھا۔ بلکہ کنوارا بھی
تھا۔ جبکہ مبارکہ کہ پورے گیارہ بچوں کی ماں تھی۔''(24)

افسانہ ''جھوٹی میری پریت'' میں جنوبی پنجاب کی سادگی اور لباس کا ذکر ملتا ہے۔ اقتباس ملاحظہ ہو۔

''چوں کھائیں گا''
''اماں کھڑکاں نے سفید لباس لٹھے کی چادر کا پردہ سرکایا اور میٹھی عبید اللہ کی طرف بڑھادی۔
حیرت زدہ عبید اللہ کبھی اماں کھڑکاں کی صورت دیکھتا، کبھی اس غلیظ مٹھی کو جس میں چاول بند
تھے۔ چاولوں کے چکنے نشان گندی انگلیوں کی پشت پر نظر آرہے تھے۔ اور کبھی لٹھے کی چادر
کے اس حجرے کو دیکھتا۔''(24)

''پرانا کھیل'' افسانے میں جنوبی پنجاب کے روایتی کھیل ''کوٹلہ چھپاکی'' کا ذکر ہوا کہ بچے کس طرح سے اس کھیل کو کھیلتے ہیں۔ اور اس سے لطف اندوز ہوتے ہیں۔

'' بالکل ایسا کھیل ہم سب مل کر بچپن میں کھیلا کرتے تھے۔ اور ہم اُسے ''کوئلہ چھپاکی'' کہا
کرتے تھے۔ سب لوگ گول دائرہ بنا کر بیٹھ جاتے تھے۔ ایک شخص ایک موٹے دوپٹے کو خوب
بل دے کر رسی کی مانند بنالیتا تھا۔ اور اس دائرے کے گرد گھوم گھوم کر سب کو آنکھیں بند
رکھنے کی تلقین کرتا جاتا تھا۔ اگر کوئی پیچھے دیکھتا تو اس کی پیٹھ پر کپڑے کا کوڑا مارا جاتا تھا۔ اگر

> کوئی پیچھے دیکھتا تو اس شخص کو کوڑا مارا جاتا۔ اس طرح کوڑے والا شخص بے خبری میں کسی کے پیچھے وہ کوڑا جسے ہم "کوئلہ" بھی کہتے تھے۔ پھینک کر آگے بڑھ جاتا تھا۔ اگر اس شخص کو کسی طرح پتہ چل جاتا کہ کوڑا اس کے پیچھے پڑا ہے تو وہ اُسے اٹھا کر پھینکنے والے کے پیچھے بھاگنے لگتا۔"(25)

بشریٰ رحمٰن کا افسانوی مجموعہ "عشق عشق" ہے جیسا کہ نام سے بھی ظاہر ہوتا ہے۔ عشق و محبت کی کہانیاں جو اپنے اندر سماجی اور معاشرتی رویے لیے ہوئے ہیں۔ انہوں نے جس دور میں لکھنا شروع کیا وہ اصلاحی زمانہ تھا۔ لوگ کتابوں سے قریب تر تھے ۔ اُن کے زیادہ تر افسانے اصلاح کا رنگ دھارے ہوئے ہیں۔ لیکن وہ ادب کی چاشنی سے بھی خالی نہیں ہیں۔

"عشق عشق" کا مجموعہ جو بیسوی صدی پبلیکشنز پرائیویٹ لمیٹڈ نئی دہلی سے چھپا گیا۔ یہ آٹھ افسانوں پر مشتمل ہے۔ جن کے نام درج ذیل ہیں: کا تاج محل، کوڑے کا ڈرم، بے اولاد، آدھی عورت، چاچاجی، ٹوٹا ہوا آدمی، دل اور دفتر اور عشق عشق ہیں۔

"کوڑے کا ڈرم" افسانہ میں ثقافت کو بیان کیا گیا کہ جنوبی پنجاب کے لوگ کس طرح کا لباس پہنتے ہیں۔ اور کس طرح سے زندگی بسر کرتے ہیں۔

اس کے علاوہ ایک اور جگہ اس میں جنوبی پنجاب کے لباس کا ذکر ملتا ہے:

> "ہاں ان ساڑھیوں کو دیکھ کر سانولی آپا، سریلی آپا اور سوہنی آپا بھی ایک ایک ساڑھی کی فرمائش کر دیتی۔ یا پھر جب کسی کو اپنی ہستی اور حیثیت کی چھپ دکھانا مقصود ہوتی، خوشی سے اس کے کا کوئی قیمتی جوڑا یا دیدہ زیب ساڑھی مانگ کر لے جاتی جو اول تو کبھی واپس نہ آتی تھی۔ اگر آتی تو اتنی بار استعمال کے بعد کہ خوشی مسکرا کر کہتی۔
>
> "آپا آپ رکھ لیں۔ آپ پر بہت سجتی ہے۔"(26)

افسانہ "ٹوٹا ہوا آدمی" میں عورت کی سادگی اور تہذیب کو دکھایا گیا ہے۔

اقتباس ملاحظہ ہو:

> "وہ شہر کی پڑھی لکھی لڑکی تھی۔ مگر اپنے شوہر کے ساتھ ایک چھوٹے سے قصبے میں رہتی تھی۔ قصبے میں رہنے کے باوجود اس کا گھر شہری گھروں کا اچھوتا نمونہ تھا۔۔۔۔ وہ مشن کی دنیا سے دُور سادگی سے رہتی تھی۔ مگر اس سادگی سے ایسی شعائیں نکلا کرتیں جو سچے پتھروں میں سے نکلتی ہیں۔"(27)

بشریٰ رحمٰن کا تعلق جنوبی پنجاب کے شہر بہاولپور سے ہے اور ان کے افسانوں میں ہمیں جنوبی پنجاب کی تہذیب و ثقافت کا عکس دکھائی دیتا ہے، ان افسانوں کو پڑھتے ہوئے ہمیں اس معاشرت کی جھلک دکھائی دیتی ہے۔

بشریٰ رحمٰن نے جنوبی پنجاب ی تہذیب و ثقافت کا بڑی گہرائی سے مشاہدہ کیا ہے۔ ان کے چھ افسانوی مجموعے ہیں۔ ان کے افسانوں میں پنجاب ثقافت کے رنگ، خوشی اور غم کی رسمیں، توہمات، اعتقادات، رشتے ناطے، خوراک، لباس و زیورات، مشروبات، مذہبی، لوک ناچ، کہانیاں، گیت میلے تہوار سب ملتے ہیں۔ جنوبی پنجاب کی تہذیب و ثقافت اپنی انفرادیت کے لحاظ سے دوسرے صوبوں سے منفرد ہے۔ اس میں زیادہ تر دیہات کا رنگ نمایاں ہے۔ یہ خوبصورت ثقافت پاکستان کے حسن کو نکھارتی ہے اور بشریٰ رحمٰن کے افسانوں کا انفرادیت بھی جنوبی پنجاب کی تہذیب و ثقافت کی عکاسی ہے۔

حوالہ جات

1. سبط حسن، سید، پاکستان میں تہذیب کا ارتقا، کراچی: مانبہ دانیال، 1999ء،
2. حسن اختر، ملک، تنقید و تحقیق، لاہور: یونیورسل بکس 1989،
3. بشریٰ رحمٰن، "پشمان"، وطن دوست لمیٹڈ، لاہور 1985ء
4. ایضاً،
5. ایضاً،
6. ایضاً،
7. ایضاً،
8. ایضاً،
9. ایضاً،
10. ایضاً،
11. بشریٰ رحمٰن، "چپ" وطن دوست لمیٹڈ، لاہور
12. ایضاً
13. ایضاً
14. ایضاً

15. ایضاً

16. ایضاً

17. بشریٰ رحمٰن، افسانوں مجموعہ، قلم کہانیاں، لاہور: وطن دوست لمیٹڈ، اگست 1988، فلیپ کتاب

18. ایضاً،

19. ایضاً،

20. ایضاً

21. ایضاً

22. ایضاً

23. ایضا

24. ایضاً

25. ایضاً

26. بشریٰ رحمٰن ''عشق عشق''، بیسوی صدی پبلیکیشنز نئی دہلی، جنوری 1986ء،

27. ایضاً،